شیخ الہند مولانا محمود الحسن حاجی صاحب ترنگزئی شہداء بالاکوٹ کا جہاد عزیمت و تسلسل اور حقانی فضلاء کا انقلابی تذکرہ

جہاد افغانستان کے دوسرے سال میں لکھی گئی مولانا سمیع الحق کی ولولہ انگیز تحریر سے ایک اقتباس

خدا شہیدوں کی خواہش کو زیادہ دیر تک تشنہ تکمیل نہیں رکھتا مجھے ایسا لگتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کی عظیم قیادت میں جو خون اللہ کے حضور پیش ہوا اس کی گرمی محسوس ہونے لگی ہے جو آواز چمرکنڈ (حضرت سید احمد شہید کے مجاہدین کا مرکز) سے اٹھی اس کی گونج آج سمرقند میں سنائی دے رہی ہے ۔ اباسین (جس کے آس پاس مجاہدین سید احمد شہید کے بسیرے تھے) کی لہرایں شہداء کے جس خون کو بہا کر لے گئی تھی وہی خون گھوم پھر کر دریائے آمو (جو افغانستان اور روس کو الگ کرتا ہے) تک پہنچ گیا ہے مصنف نے صفحہ ۵۱۴ پر ایک (انگریز گورنمنٹ کے) سرکاری نوٹ کا ہوالہ دیا ہے جس میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ

" وہ بوڑھے حاجی ترنگ زئی کو جھنجوڑتا ہے کہ وہ ایسی دیا سلائی روشن کریں ۔ جس سے سارا سرحد شعلہ زار بن جائے ۔

اس نوٹ کے لکھنے والے (انگریز سی آئی ڈی) کو یہ دیکھنا نصیب نہ ہو سکا کہ سرحد تو آزادی کا لالہ زار بن گیا ہے لیکن یہ دیا سلائی اب بھی (جہاد افغانستان کی شکل میں) روشن ہے اور اس کی تپش وسطی ایشیاء کی وادیوں اور میدانوں تک محسوس کی جا رہی ہے جو ترانے حاجی صاحب کے آزاد مدرسوں میں سنے جاتے تھے آج وہی ترانے افغان مہاجرین کی خیمہ بستیوں کی سکولوں اور مکتبوں میں سنے جاتے ہیں شہدا بالا کوٹ اور شاہ ولی اللہ نے جو پیغام دیا تھا اس کا ترنم آج بھی مجاہدین افغانستان کے کانوں میں گونج رہا ہے غرض یہ کہ امام شامل ہو یا ابدالی یا حاجی صاحب ترنگ زئی منزل ایک ہے مقاصد ایک ہیں پانی پت سومنات بالا کوٹ چمرکنڈ بلقان طرابلس یروشلم پنج شیر اور پھر بدر و حنین ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں ۔

مذکورہ بالا اقتباس اور حقیقت کا ایسا واضح اعتراف کسی عالم مورخ یا کسی غالی معتقد کے کلام سے نہیں بلکہ صوبہ سرحد کے اس وقت کے سب سے بڑے سربراہ جو خود ایک فوجی جرنیل ہیں کے اس طویل خطبہ سے ہے جو انہوں نے ۲۷ ستمبر ۱۹۸۱ء ۵ بجے شام حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی سے متعلق ایک کتاب (مصنفہ جناب عزیز جاوید) کی تقریب رونمائی میں کہے ۔ جناب لفٹیننٹ جنرل فضل حق گورنر سرحد نے موجودہ جہاد افغانستان کی کڑیاں حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی کی سرخروشانہ مجاہدانہ سرگرمیوں سے ملا کر ایک ایسی حقیقت کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی جو معاندین کے تعصب و عناد اور دجل و تلبیس کی ہزار کوششوں کے باوجود بھی آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور عیاں ہے اور اسی اقتباس میں دئے گئے انگریز کے اعترافی حوالہ سے اس جہاد و حمیت اسلامی کے اصل سرچشمہ پر بھی روشنی پڑ جاتی ہے جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کی شکل میں پورے عالم اسلام بالخصوص شمالی مغربی سرحدی علاقوں کے لئے مینار نور بنی ہوئی تھی وہ جہاد حریت کا ایک ایسا پاور ہاؤس تھا جس کی برقی لہریں اب بھی رواں دواں ہیں ۔ اس چراغ سے حضرت حاجی صاحب بھی روشن ہوئے اور غازی انور پاشا بھی اور یہی وہ چراغ تھا جو حضرت شاہ ولی اللہ اور امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید کے مشکوات ایمان و عزیمت سے منور ہو کر ان کے مقام عزیمت و جہاد کا وارث وامین بنا ۔

سید احمد شہید کی تمنائیں اور حضرت شیخ الہند کے خواب آج اس عظیم جہاد کی شکل میں شرمندہ تعبیر ہو رہے ہیں جو دنیا کی سب سے بڑی سامراجی قوت روس کے ساتھ جاری ہے اور آج بھی جس کی باگ ڈور اسی شیخ الہند مرحوم کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ کے ہاتھ میں ہے ۔ حضرت سید احمد شہید نے جنگ اکوڑہ کی رات جس گلشن محمدی کو اپنے جان نثاروں کے خون سے پانی دیا وہی سرزمین آج لہلہا اٹھی ہے اور اپنے حقانی فرزندوں کے ذریعہ ملت کی سوکھی کھیتوں کی آبیاری کر رہی ہے ۔

مجاہدین چمرکنڈ کا خون رائیگان نہیں گیا ۔ مالٹا کے خلوت کدہ کو جس چراغ نے روشن کیا اس کی لو سے کوہ ہندوکش کی چٹانیں پگھل رہی ہیں اور اس کی ضوفشانیوں سے کابل و غزنی اور بلخ و ہرات کے میدان جگمگا اٹھے ہیں اور انشاء اللہ ریشمی رومال کی فولادی ڈوریاں ماسکو اور لینن گراڈ کے شہہ رگ کا پھندا بنتی جا رہی ہیں ۔ شاملی اور تھانہ بھون کے میدانوں میں بلند کئے گئے تکبیر و جہاد کے نعرے دریائے آمو کے اس پار سنائی دینے لگے ہیں ۔

الغرض ان بے سروسامان بوریا نشین فقیروں کی سحراکاریوں کا کیا کہنا ؟ جن کی قربانیاں صدی ڈیڑھ صدی گذرنے کے بعد بھی زندہ و تابندہ ہیں اور جس کی روشنی میں بخارا اور سمرقند تاشقند و خیوا کی گم شدہ عظمت و سطوت کی بازیابی ہو رہی ہے ۔ **وما ذالک علی اللہ بعزیز ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون**